رجسٹرڈ ڈاک نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

سید محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت
دار الانوار

ایڈیٹر سید ظہور احمد شاہ

بدر

قادیان

شمارہ خیدہ

سرپرستان۔ محاونین۔ عالم طلباء پرچہ ہذا کی خریداری کے لئے
غلام ۔ ۔ ۔ کے نام روپیہ ارسال فرمائیں

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸۔

جلد ۲۱	قادیان دار الامان مورخہ ۴ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۳۶ء	نمبر ۲۳

ظفر علی خان کے خطاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسٹر ظفر علی خان نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "مرمغان قادیان" ہے۔ اس کی اشاعت کے لئے "زمیندار" میں ایک منظم "مرمغان قادیان" کے نام سے شائع کی ہے۔ اس کا جواب مندرجہ ذیل خاکسار نے لکھا ہے۔ نسیم

کھل گئی رنگینیٔ خامہ کی اصلیت ظفر
ہے تری ہر زہ سرائی "مرمغان قادیان"

بدزبانی سے تو جاہل بھی ہیں کرتے احتراز
گندگی کی بو اڑے ہے آپ کی تحریر سے

ہوش میں آ اب تلک اللہ کے بندوں سے نہ
چھوڑ دے یہ بدزبانی تھام لے اپنی زبان

تم گریجویٹ ہو کے دے رہے ہو گالیاں
اور اس پر فخر پھر بھی آپ کو ہے الاماں

ہے دغا سے کام تجھ کو جھوٹ ہی شیوہ ترا
راز دانی دیکھ لی تیرے قادیاں کے راز دان

کیا عجب ہیں گر گئی یہ آپ کی تیز نگہیاں

انبیاء کے سب مخالف جس طرح سے مٹ گئے
بس ترا بھی اس طرح عبرت جگہ نام و نشاں

ہے مسلمانوں کی ہمدردی اسی کا سب عیاں

مانگتے ہو وہ دکھوں کا سہ گدائی کا لئے
علم پر اپنے اگر ہے ناز تم کو بدگماں

بس اسی خاطر لکھی ہے آپ نے یہ "مرمغاں"

تم میاں مٹھو بنو گے کب تلک اپنے ہی منہ
خود ستائی سے تو اکثر وہ انداز بیاں

حق کی ہو جو بات وہ تم کو گذرتی ہے گراں

کیا سنائیگا ہمیں تو لے ذرا اپنی خبر
اڑ رہی ہیں کس طرح سے اب فضا میں دھجیاں

احمدیت کے مقابل کی بھلا طاقت کہاں

کچھ خدا کے خوف سے بھی کام لینا چاہیئے
مولوی صاحب غضب ہے اس قدر لمبی زباں

دو جواب اسکا اگر رکھتے ہو کچھ تاب و تواں

حضرت احمدؑ کے ہی خدام میں سے یہ نسیم

(از محمد نسیم از قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

جلد ۲۱ ۔ قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۶ء ۔ نمبر ۲۳

اظہار الدین علی المخالفین!

نمبر (۸)

گذشتہ سات نمبروں میں بفضلہ تعالیٰ ہم نے حضرت حجۃ اللہ مسلط الارض سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ کارنامے نقل کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ آپ نے ادیان باطلہ پر دین اسلام کا غلبہ بروئے حجت و براہین حسب پیشگوئی قرآن کریم ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ظاہر فرمایا تھا۔ اور ایسے طریق سے اتمام حجت کیا۔ کہ کسی مخالف دین کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوتی۔ اور نہ ان طریقوں میں سے کسی ایک طریق پر بھی اندرونی مخالفین برائے نام مسلمین سے آپ کا سا جوش مذہبی اور ایمانی یقینی نمونہ دنیا میں نظر آیا۔ کسی مدعی اسلام نے مخالفین اسلام کو ایسے ایسے مقابلوں کے لئے چیلنج نہیں دیا۔ جن سے ان کا عجز و گریز و خاموشی ثابت ہو جائے۔ اگرچہ گذشتہ نمبروں میں بہت کچھ زبردست نمونے آپ کی صداقت کے پائے جاتے ہیں۔ مگر آج ہم ایک اور زبردست اور اجواب حربہ بدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صدق اور آپکی قوت ایمانی اور یقین باللہ کا آفتاب سے بھی زیادہ روشن ثبوت اہل بصیرت کو نظر آئے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ مئی ۱۸۹۷ء میں آپ کے دل میں منجانب اللہ تحریک ہوئی کہ اپنی قیصرۂ ہند ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی جوبلی کی خوشی میں جو ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو ہونے والی تھی۔ اور جس کی تقریب پر ہندوستان کے تمام چھوٹے بڑے راجے مہاراجے اور نواب اور رؤساء اور امراء اپنی اپنی وفاداری اور اخلاص کے اظہار کے لئے ولایت جا رہے تھے۔ اور ہر ایک اپنی اپنی توفیق کے موافق کوئی نہ کوئی تحفہ پیش کر رہا تھا۔ آپ بھی اپنی طرف سے کوئی تحفہ پیش کریں۔ اور اس طرح سے اپنی وفاداری اور اخلاص کا ثبوت دیں۔ چنانچہ آپ نے تحفہ قیصریہ نام ایک رسالہ بطور عریضہ مبارکبادی و دعوت اسلام بحضور عالی جناب قیصرۂ ہند ملکہ معظمہ والی انگلستان و ہند دام اقبالہا بقریب جلسہ جوبلی قصد رسالہ تحریر کر کے لندن بھیجا۔ اور اس میں حسب ذیل طریق سے دعوت دی۔

"یہ دعا کرے کہ جو دنیا میں عیسےٰ مسیح کے نام سے آیا ہے۔ اسی طرح وجود ملکہ معظمہ قیصرہ ہند اور اس کے زمانے سے فخر کرتا ہے جیسا کہ سید الکونین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے نوشیروان عادل کے زمانے سے فخر کیا تھا۔ سو اسی بناء پر آج مجھے جناب ملکہ قیصرۂ ہند کی جوبلی کے مبارک موقعہ پر جو سچی وفادار رعایا کے لئے بے شمار شکر اور خوشی کا محل ہے۔ اس دلی دعا کے پورا کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔ میں شکر کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان تمام صعوبتوں اور شدتوں کے بعد جن کا اس جگہ ذکر کرنا بے محل ہے۔ مجھے ایسے طور سے اپنی مہربانی کی گود میں لے لیا۔ جیسا کہ اس نے اس مبارک انسان کو لیا تھا۔ جس کا نام ابراہیم تھا۔ اس نے میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور وہ باتیں میرے پر کھولیں۔ جو کسی پر نہیں کھل سکتیں۔ جب تک اس پاک گروہ میں داخل نہ کیا جائے۔ جن کو دنیا نہیں پہچانتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بیت دور اور دنیا ان سے دور ہے۔ سو اس نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ اکیلا اور غیر متغیر اور قادر اور غیر محدود خدا ہے جس کے مانند اور کوئی نہیں۔ اور اس نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے۔ لیکن جیسا کہ گمان کیا گیا ہے خدا نہیں ہے۔ اور نہ اس خدا سے جدا ہے۔ اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ میں نے عین بیداری میں باتیں کر کے جو کشفی بیداری کہلاتی ہے یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے۔ اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعوے اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ اور تثلیث اور ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں۔ کہ گویا ایک بھاری افترا جو ان پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔ یہ مکاشفہ کی شہادت بے دلیل نہیں ہے بلکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر کوئی طالب حق نیت کی صفائی سے ایک مدت تک میرے پاس رہے اور وہ حضرت مسیح کو کشفی حالت میں دیکھنا چاہے تو میری توجہ اور دعا کی برکت سے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے۔ اس باتیں بھی کر سکتا ہے اور اس کی نسبت اتنے گواہ بھی پیش کر سکتا ہے کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے۔ جو حضرت ملکہ معظمہ قیصرۂ انگلستان و ہند کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لائق ہے۔ دنیا کے لوگ اس بات کو نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ وہ آسمانی اسرار پر کم ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن تجربہ کرنیوالے ضرور اس سچائی کو پائیں گے۔ میری سچائی پر اور بھی آسمانی نشان ہیں۔ جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور اس ملک کے لوگ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ اب میں اس آرزو میں ہوں۔ کہ جو مجھے یقین بخشا گیا ہے وہ دوسروں کے دلوں میں کیونکر اتارا جائے۔ میرا شوق مجھے بے تاب کر رہا ہے کہ میں ان آسمانی نشانوں کی حضرت عالیہ قیصرۂ ہند میں اطلاع دوں۔ میرے بھیجے ہونے کی یہی نشانی ہے۔ کہ مجھ سے وہ نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ جو انسانی طاقتوں سے برتر ہیں۔ اگر حضور ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند توجہ کریں۔ تو میرا خدا قادر ہے۔ کہ ان کی تسلی کیلئے بھی کوئی نشان دکھاوے۔ جو بشارت اور خوشی کا نشان ہو بشرطیکہ نشان دیکھنے کے بعد میرے پیغام کو قبول کر لیں۔ مگر نشان خدا کے ارادے کے موافق ہوگا نہ انسان کے ارادے کے موافق۔ ہاں فوق العادت ہوگا۔ اور عظمت الٰہی اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اگر حضور ملکۂ معظمہ میرے تصدیق دعوے کے لئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو۔ کہ وہ نشان ظاہر ہو جائے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ دعا کر سکتا ہوں۔ کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو۔ لیکن اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔ اور میں جھوٹا نکلوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظمہ کے پایہ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں یہ سب الحاح اس لئے ہیں۔ کہ ہماری محسنہ ملکہ معظمہ کو اس آسمانی خدا کی طرف خیال آجائے جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔ وہ خدا جو کبھی اپنے وجود کو بے دلیل نہیں چھوڑتا۔ وہ جیسا کہ تمام نبیوں پر ظاہر ہوا۔ اور ابتداء سے زمین کو تاریکی میں پا کر روشن کرتا آیا ہے اس نے اس زمانے کو بھی اپنے فیض سے محروم نہیں رکھا۔ بلکہ جب دنیا کو آسمانی روشنی سے دور پایا۔ تب اس نے چاہا۔ کہ زمین کی سطح کو ایک نئی معرفت سے منور کرے اور نئے نشان دکھائے اور زمین کو روشن کرے۔ سو اس نے مجھے بھیجا ہے۔"

(بلفظہٖ ملخصاً تحفۂ قیصریہ)

ناظرین یہ وہ دعوت ہے جو خدا کے برگزیدہ انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے شاہ وقت اور ہندو انگلستان کے شہنشاہ کے حضور پیش کی آپ دیکھیں۔ کہ اس میں کس یقین اور معرفت کے ساتھ اظہار صداقت کیا گیا۔ یہ جرأت ایک منصوبہ باز۔ فریبی اور دوکاندار کو نہیں ہو سکتی۔ کیا ہندوستان بلکہ تمام روئے زمین پر بڑے بڑے اسلام کے دعویدار جبہ پوش صوفی زاہد موجود نہیں تھے۔ اور اب موجود نہیں ہیں۔ مگر ان میں کسی نے بادشاہ وقت کو زور کتاب کسی سرکاری عہدہ دار انگریز کو جو صرف اس کے ضلع کا ہی ڈپٹی کمشنر ہو۔ کبھی دعوت اسلام دی؟ اس تحفہ میں جن پُرزور الفاظ میں اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کو ہم نے اس اقتباس میں نقل نہیں کیا۔ آپ صاحبان میں سے جو چاہیں۔ اصل کتاب تحفۂ قیصریہ اور پھر ستارۂ قیصرہ کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں۔ کہ صداقت کا دریا اس میں کس طرح موجیں مار رہا ہے۔ کیا لکھنؤ کا اہلحدیث اور امرتسر کا مفتری اہلحدیث اور بدعتی اہل فقہ اپنے اکابرین سلف و خلف سے کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں۔ تو بتائیں کہ ان کے بڑے چوڑے القاب والوں میں سے کوئی تھا۔ یا ہے۔ جس نے اسلام کی یہ محبت اور غیرت دکھا کر ایسی دعوت بادشاہ وقت کو دی ہو۔ بالآخر اس پاک گروہ کے جن کو خدا نے ہدایت خلق کے لئے چن لیا تھا۔ اور جو انبیائے کرام کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اور ظاہر پرست لفاظ نے ایسا نہیں کیا۔ علماء ظواہر ہمارے اللہ نے تو بہیمۂ علماء کو کاذب ہی بتایا اور مومن کو کافر ہی ٹھہرایا۔ از آدم تا ایں دم ان کے وجود نامسعود سے بجز کفر کی ایزادی کے اور کچھ بھی ثمرہ نہیں آیا۔ ربنا لا تجعلنا منھم آمین۔

اور واضح رہے کہ یہ رسالہ "تحفۂ قیصریہ" اور "ستارۂ قیصرہ" دونوں بوساطت وائسرائے ہند بحضور ملکہ معظمہ ارسال ہوئے تھے۔ جن کی رسید معہ شکریہ لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی معرفت وصول ہوئی۔ اور دو جلدیں منگوا کر طلب فرمائی گئیں جو پیش کر دیں۔

تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغامیان کے وہ عقائد جو احمدیت کے زمانہ میں ان کے تھے جن کو وہ دوسروں سے منوانے کیلئے ہمیشہ شائع کرتے رہے اور موجودہ عقائد باطلہ سوانکے عذرات خام کے اس رسالہ میں فاضل اجل مولوی محمد اسمٰعیل مرحوم پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے مکمل کر اتمام حجت کر دی ہے۔ ۱۸۰ صفحات کی کتاب ہے جس کی نہایت کم قیمت صرف ۴ر علاوہ محصول ڈاک ہ (دفتر فاروق سے طلب کریں)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

اسلام ہی اکمل ہے!

(از خالد بی۔ اے آنرز)

اسلام کے زرین اصول فراموش کر دینے کی وجہ سے مسلمانانِ عالم کو جس خستگی و بدحالی اور ذلت و ادبار کا سامنا ہے۔ اس کے پیش نظر آریہ مسافر لاہور اصول اسلام کو ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے مذہب اسلام کو ناقص ثابت کرنے کے لئے بے تاب ہے۔ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ اگر مسلمانانِ عالم قرآنی معارف سے نابلد محض اور برکات و فیوض اسلامی سے بے بہرہ ہیں۔ اگر مسلمان ان اصول کو گلدستۂ طاق نسیان بنا چکے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمانان عرب نے چار دانگ عالم میں کبھی تہلکہ مچا دیا تھا۔ جن کی طرف انسانی قلوب خود بخود کھچے چلے جاتے تھے۔ اور اس وجہ سے وہ ان انعامات کے مستحق نہیں رہے۔ جن کے مسلمانان زمن سلف وارث ہوئے۔ تو اس میں قرآنی تعلیم اور اسلامی اصول کا کیا قصور؟ ان حالات سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو فقط یہ کہ فی زمانہ بدقسمت مسلمانوں اور ان کے علماء نے اس بیش بہا جوہر کی قدر و قیمت کو نہ جانا۔ بندگانِ ہوا و ہوس نے انہیں اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف تکمیل ہوائے نفس کی تلقین کی۔ ان علماء سوء کے طرز عمل کے پیش نظر مسلمانوں نے بھی اسلامی احکام کو فراموش کر دیا۔ نتیجۃً وہ ان فیوض سے محروم کر دیئے گئے۔ جن کے شریعت حقہ پر عمل پیرا ہو کر وہ وارث ہوتے۔ دنیا کو انہوں نے دین پر مقدم کیا تھا۔ لیکن خدا نے ان بدبختوں سے دنیا چھین لی۔ آج مسلمان جہاں اخلاقی و خستگی فقدانِ شرافت و انسانیت میں دیگر اہل عالم سے نمایاں نظر آئینگے وہاں اقتصادی بدحالی اور سیاسی نکبت و ذلت میں بھی وہ دوسری اقوام سے پیش پیش دیکھے جائینگے۔

بال یہی حالات متقاضی تھے۔ اس امر کے کہ خدا تعالیٰ پھر اس مُردہ دین کو زندہ کرتا۔ وہ تجدید دین اسلام کے لئے ایک اور مرسل مبعوث کرتا۔ جو خوابیدہ مسلمانانِ عالم کو بیدار کرتا۔ اور ان پر یہ حقیقت وا کرتا کہ تمہاری تمام تر ذلت و ادبار کا باعث فقط یہ امر ہے۔ کہ تم نے شریعت حقہ سے بے اعتنائی کی ہے۔ اس وقت تم روحانی اقتصادی اور سیاسی مشکلات و مصائب میں گرفتار ہو۔ اور ان سے بچنے کے لئے مختلف حیل سے کام لے رہے ہو۔ آؤ۔ تم اپنی زمام میرے سپرد کر دو۔ پھر میں تمہیں ان اصول و احکام پر جو اسلام نے ان مصائب سے بچنے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ عمل کروا کے ان سے نجات دلاؤنگا۔ یقیناً جان لو۔ کہ اس وقت تک تم نہیں بچ سکتے۔ جب تک کہ اس مرض کا اس طریق پر علاج نہ کرو۔ جو قرآن مجید نے اس سے بچنے کے لئے مقرر کیا ہے!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کے لئے ہادی بن کر تشریف لائے۔ آپ نے مسلمانانِ عالم بلکہ جملہ بنی نوع انسان کو ان معارف قرآنیہ سے آگاہ کیا جن میں ان کی بیماریوں کا علاج پنہاں ہے۔ آپ نے فرمایا "قرآن شریف کا یہ مقصد تھا۔ کہ حیوانوں سے انسان بناوے۔ اور انسانوں سے باخلاق انسان بناوے اور باخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔ اسی واسطے ان تین امور پر قرآن شریف مشتمل ہے"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

قرآن مجید جس وقت نازل ہوا۔ عربوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان میں معاصی باعث فخر سمجھے جاتے تھے۔ وہ شخص جو سب سے زیادہ زانی ہوتا۔ قوم کا سردار بنایا جاتا۔ کہ یہی معیار سیادت و قیادت تھا۔ ایک شخص صدہا بیویاں کرتا۔ حرام کھانا وہ جائز سمجھتے۔ ماؤں سے شادی کرنا ان کے نزدیک قطعاً معیوب نہ تھا۔ لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ درگور کر دیتے بظاہر انسان تھے۔ مگر عقلیں مسلوب تھیں۔ نہ حیا تھی نہ شرم تھی۔ نہ غیرت تھی۔ گویا بدرجۂ اتم وحشیانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ دنیا میں ایسی خستہ حالت اس سے قبل کسی قوم کی نہ ہوئی تھی۔ قرآن مجید نازل ہوا۔ اس نے ان حیوانوں کو تمام مدارج ارتقاء طے کروا کے ہر شے اعلیٰ روحانیت کے مقام تک پہنچا دیا۔ پس اس وجہ سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل و اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقعہ نہیں ملا۔ اور قرآن شریف کو ملا ہے

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

پہلی اصلاح جو قرآن مجید نے ان وحشیوں میں کی۔ یہ تھی۔ کہ ان کو آداب سکھائے۔ یعنی وہ آداب جن کی پابندی وحشیوں کو ان کی طبعی حالتوں کھانے پینے اور شادی کرنے وغیرہ تمدنی امور میں مرکز اعتدال پر لاتی ہے۔ اور انسان کو وحشیوں سے ممتاز کرتی ہے۔ قرآن مجید نے حکم دیا۔ کہ ماؤں۔ بہنوں پھوپھیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیٹھو وغیرہ سے شادی نہ کرو۔ جبراً عورتوں کے وارث نہ بنو۔ بدکاری جائز نہیں۔ سخت یعنی غیرہ کی تمہیں اجازت نہیں۔ خودکشی نہ کرو۔ اولاد کو قتل کرنا جائز نہیں۔ دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہو۔ نیکی کا بدلہ بدی سے نہ دو۔ شراب قمار بازی۔ بت پرستی اور شگون لینا منع ہیں جب تمہیں کسی مجلس میں کہا جائے۔ کہ دوسروں کو جگہ دو۔ تو سکڑ کر بیٹھ جاؤ۔ اگر کہا جائے۔ کہ تم اُٹھ جاؤ تو جا چون و چرا اٹھ جاؤ۔ اور انتظام کو درہم برہم نہ کرو۔ طیب چیزیں کھاؤ۔ لغو باتیں مت کرو۔ محل اور موقع کے مناسب بات کیا کرو۔ غسل کرتے رہو۔ صفائی سے کام لو۔ بہت اونچا بولو نہ بہت نیچا۔ بہت تیز نہ چلو نہ بہت آہستہ۔

وحشیوں کو انسان بنانے کے بعد قرآن مجید نے ان میں ایک اور اصلاح کی۔ کہ ان انسانوں سے باخلاق انسان بنائے۔ مذکورہ بالا طبعی حالتوں میں نفس لوامہ کے زیر اثر اعتدال پیدا کر کے انہیں اخلاق فاضلہ کی حد تک پہنچانے کی تعلیم دی۔ پاکدامنی۔ امانت دیانت سچائی اور صلحکار ہونا۔ دوسروں سے رفق سے پیش آنا۔ عفو۔ عدل۔ احسان۔ ایتاء ذی القربیٰ سخاوت سچائی۔ صبر۔ ہمدردی خلائق وغیرہ۔ تمام طبعی حالات ہیں۔ جو ایک بچہ میں بھی موجود ہیں۔ انہیں خلق بنانے کے لئے قرآن مجید نے بتایا۔ کہ عقل سے کام لیتے ہوئے ان طبعی قویٰ کو محل و موقع کے مناسب استعمال کرو۔

باخلاق انسان بنانے کے بعد قرآن مجید نے ایک اور اصلاح کی۔ کہ ان باخلاق انسانوں کو باخدا انسان بنایا۔ ان میں نفس مطمئنہ کے زیر اثر روحانی حالتیں پیدا کیں۔ جن کی وجہ سے تمام انسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے لگتے ہیں۔ اُس وقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے۔ اور عادات میں ایک تبدل عظیم پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دور جا پڑتا ہے۔ دھویا جاتا ہے۔ اور صاف کیا جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل میں لکھ دیتا ہے۔ اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل سے باہر پھینک دیتا ہے۔ اس وقت نفسانی جذبات و خواہشات کالعدم ہو جاتے ہیں۔ انسان ہوائے نفس کی تکمیل میں لذت محسوس کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی کامل اطاعت سے ہی محفوظ ہوتا ہے۔ اس وقت وہ بزبان حال کہتا ہے۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔ کہ میری نماز۔ میری قربانی۔ میرا زندہ رہنا۔ اور میرا مرنا اس خدا کے لئے ہے جس کی ربوبیت تمام چیزوں پر محیط ہے۔ کوئی چیز اور کوئی شخص اس کا شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم ہے۔ کہ میں ایسا کروں۔ کہ اسلام کا یہی مقتضا ہے۔ اور اسلام اسی چیز کا نام ہے اس وقت انسان انتہائی سکون و اطمینان کی زندگی گذار رہا ہوتا ہے۔ تب خدا اسے کہتا ہے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کہ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس لوٹ آ۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری بہشت کے اندر آ جا۔ اس وقت انسان اس دنیا ہی میں جنت کے مزے لیتا ہے۔ ان کی دنیوی خواہشات اور حسرتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے زندگی تلخ ہوا کرتی ہے۔ اس وقت وہ سچا مسلمان بنتا ہے۔ اسلام نے وحشی عربوں کو ان تینوں حالتوں سے گزارا اور وحشت و درندگی کی حالت سے نکال کر باخدا انسان بنا دیا۔ تب ان وحشی عربوں نے اپنی تمام قویٰ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیئے۔ اور اس کی راہ میں فنا ہو گئے اس طرح وہ اس اعلیٰ ترین مقام روحانی تک پہنچے۔ جس کے بعد روحانی ارتقاء کا کوئی مقام نہیں۔ جس تک پہنچنے کے لئے کسی اور شریعت کی ضرورت ہو۔

قرآن کریم اب بھی وہی ہے۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال قبل تھا۔ اس میں اب بھی وہی زندہ اصول موجود ہیں۔ جو انتہائی ذلت و نکبت سے نکال کر بنی نوع انسان کو اعلیٰ مقام ارتقاء تک پہنچا سکتے ہیں۔ صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر قرآن مجید کی طرف توجہ کی جائے۔ اس کے احکام اور اس کے بتائے علاج پر عمل کیا جائے۔

اس وضاحت کے بعد ہم مدیر آریہ مسافر سے گذارش کریں گے۔ کہ مسلمانوں کی خستہ حالی کی وجہ سے اسے قرآن اور اسلامی تعلیم پر حرف زنی نہ کرنا چاہیئے۔ کہ یہ ذلت و ادبار مسلمانوں کی اپنی غفلت کا نتیجہ ہے نہ کہ قرآنی تعلیم کے کسی نقص کا ہاں انہیں اب بھی جماعت احمدیہ میں ہزاروں نفوس ایسے ملیں گے۔ جنہوں نے امام زمان کی آواز پر کان دھرا۔ اس کے بتائے ہوئے طریق پر گامزن ہوئے۔ اور قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اعلیٰ روحانی مدارج تک پہنچے۔

آئینہ حق نما (۱) مولوی ثناء اللہ منکر مرتبری کے مایہ ناز رسالہ الہامات مرزا کا جواب ہے۔ یہ جواب کیسا ہے؟ اس کا فیصلہ ناظرین خود کریں گے۔ البتہ اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ کوئی پہلو منکر معترض کا بغیر توڑے مجیبنے چھوڑا نہیں۔ مکمل مفصل مدلل جواب ہے۔ چند نسخے باقی ہیں۔ قیمت معہ محصول اک روپیہ۔
دفتر فاروق سے طلب کریں

عیسائی مشن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(۱)

(شیخ عبدالقادر قادیانی احمدی از لائل پور)

ورنیکلر کیتھولک ٹریکٹ سوسائٹی لاہور کیطرف سے (پادری) سی۔ ایل بینرجی بی۔ اے کا ایک چھوٹا سا رسالہ بعنوان "الوہیت مسیح" شائع کیا گیا۔ جس کا کہ ایک نسخہ کچھ دن ہوئے مجھے بھی میرے ایک مسیحی دوست نے بکمال محبت و شفقت مطالعہ کے لئے دیا۔ اور ساتھ ہی مجھے بتاکید فرمایا۔ کہ میں اس ٹریکٹ کو نہایت صاف دلی سے بغور و خوض پڑھوں۔ اور اگر ہو سکے۔ تو اس ٹریکٹ کے پڑھنے کے بعد اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ چنانچہ حسب الارشاد میں نے اس ٹریکٹ کا مطالعہ دلی شوق کے ساتھ تعصب و ہٹ دھرمی سے بالکل برطرف ہو کر نہایت نیک نیتی اور صفائے دل سے کیا۔ اور متذکرہ کتاب کے مصنف کے تمام دلائل برالوہیت مسیح پر ایک ایک کر کے غور کیا۔ لیکن افسوس کہ مصنف مذکور کی طرف سے کوئی ایسی دلیل حیطہ تحریر میں نہیں لائی گئی۔ جو کہ الوہیت مسیح جیسے بعید از عقل و فہم۔ اور متضاد عن الکتب عقیدہ کے لئے سہارے کا باعث ہو۔ بلکہ پادری صاحب کا سارا رسالہ پڑھ جائیے۔ ہر جگہ وہی پرانا اور بے سُرا راگ الاپے چلے جاتے ہیں۔ جس کی کہ تردید ہماری طرف سے بارہا کی جا چکی ہے۔ چنانچہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتابوں۔ ٹریکٹوں اور پمفلٹ کی صورت میں وہ جوابات آج تک مسیحی دنیا کے سر پر گونج رہے ہیں۔ اور ابھی تک عیسائی صاحبان کو ان کا صحیح جواب تو درکنار غلط جواب دینے کی بھی توفیق نہیں ملی۔ اور پھر ملتی بھی کیونکر جب کہ ان کے بیان کردہ دلائل واضح اور محجج ساطعہ کی تیز ترین سیف قاطعہ سے عیسائیت کے کاسہ سر پہ ایک ایسی کاری ضرب لگائی۔ کہ ان کو دوبارہ سر اٹھانے کی قطعاً جرأت نہ ہوئی۔ اور اس طرح اس کا سر الصلیب مسیح الزمان کے خدام کے ایک ہی حملہ سے عیسائیت کی تمام عمارت جس کی کہ بنیاد ایک ریت کے تودے پر تھی۔ بمع چھتوں اور دیواروں کے یک لخت دھڑام سے زمین پر گر گئی۔ اور خاک کا ایک ڈھیر بن کر پیوند زمین ہو گئی۔

فالحمد للہ رب العالمین

اس مختصر گذارش کے بعد میں محض اپنے مسیحی دوست کے تعمیل ارشاد کے لئے اسی ٹریکٹ پر مختصر مگر مدلل تنقید کروں گا۔ تاکہ میرے اس دوست کے زعمات کا ازالہ ہو کر ان کو صداقت کے قبول کرنے کی جرأت ہو۔ اللھم آمین ثم آمین۔

اب میں پادری صاحب کی ہر یک دلیل کو نمبر وار لے کر اس کے تردیدی دلائل قطعیہ یقینیہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

"ابنیت مسیح"

دلیل اوّل۔ الوہیت مسیح کی تائید میں سب سے پہلی دلیل جو کہ پادری صاحب کی طرف سے پیش کی گئی۔ وہ یہ ہے کہ مسیح نے دعویٰ کیا۔ کہ میں خدا ہوں اور خدا کا بیٹا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ یسوع نے ان سے کہا یہ کہ میں خدا کا بیٹا ہوں" (مرقس ۱۴/۶۱، ۶۴) اور پھر اسی طرح یوحنا ۳/۱۸ میں بھی ملاحظہ ہو۔ الوہیت مسیح ص ۷ (نوٹ۔ ابنیت مسیح کے علاوہ الوہیت مسیح کی تائید میں پادری صاحب نے کوئی ایسی ایک آیت بھی پیش نہیں کی۔ جس میں کہ جناب یسوع نے آپ کو خدا کہا ہو۔ ناقل)

الجواب۔ پادری صاحب پھر کونسا غضب ہو گیا۔ اور بصورت مذکورہ کونسی فوقیت جناب مسیح میں آ گئی۔ کیا آپ نے تورات میں نہیں پڑھا۔ کہ تمام راست باز خود خدا اور حق تعالیٰ کے فرزند ہیں۔ اگر نہیں معلوم تو سنیئے زبور باب ۸۲ میں مندرج ہے کہ "تم سب الٰہ ہو اور حق تعالےٰ کے فرزند ۸۲/۶ زبور اور نیز خروج ۴/۲۲ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو خدا کی جگہ بتایا۔ اور پھر اسی طرح خروج ۷/۱ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو مجازاً خدا اور ہارون کو اس کا پیغمبر بتایا۔ (علاوہ بریں موسےٰ علیہ السلام کو "اے خداوند" کر کے پکارا جاتا تھا) ۱۱/۲۸ وغیرہ علےٰ ہذا القیاس۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہوں۔ بہت سے لوگوں کو ابن اللہ بھی کہا گیا۔ دیکھئے آیات ذیل (۱) اسرائیل میرا پلوٹھا بیٹا ہے (خروج ۴/۲۲) (۲) افرائیم میرا پلوٹھا بیٹا ہے (یرمیاہ ۳۱/۹) (۳) داؤد میرا پلوٹھا بیٹا ہے (زبور ۸۹/۲۷) (۴) سلیمان خدا کا بیٹا (تواریخ ۱/۲۲/۱۰) (۵) آدم خدا کا بیٹا (لوقا ۳/۳۸) (۶) صلح کرنے والے خدا کے فرزند (متی ۵/۹) (۷) یتیم بچے خدا کے فرزند (زبور ۶۸/۵) (۸) حواری خدا کی نسل ہیں۔ (اعمال ۱۷/۲۹) یوحنا ۳/۲ (۹) اصحاب موسیٰ خداوند خدا کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرزند ہیں۔" (استثناء ۱۴/۱) (۱۰) تم سب خدا کے بے نقص فرزند ہو۔ (فلپیوں ۲/۱۵) (۱۱) بنی اسرائیل خدا کے بیٹے (رومیوں ۹/۴) (۱۲) داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے (زبور ۸۹/۲۶) (۱۳) اشراف خدا کے بیٹے (پیدائش ۶/۲)

کیوں! پادری صاحب اب کوئی کسر باقی رہ گئی۔ کیا اب بھی آپ کہیں گے۔ کہ مسیح ابن اللہ ہونے کی وجہ سے خدائے ثانی ہے۔ کیا آپ عدل وانصاف کا خون نہیں کر رہے۔ کہ جب مسیح کے لئے ابن اللہ کا لفظ آتا ہے تو جھٹ سے ان کو مسندِ الوہیت پر چڑھا بٹھاتے ہو۔ اور جب دوسروں کو خدا کا بیٹا کہا گیا۔ (جن میں کہ پلوٹھے بھی شامل ہیں۔ جو کہ اصل ولیعہد خدائی ہونے کے حقدار ہیں) تو وہاں محض استعارہ کا ڈھونگ رچا دیا۔ چہ خوب۔ پادری صاحب آپ جیسے انصاف کے دلدادوں کی شان سے بعید ہے۔ کہ اوروں کو تو ابناء اللہ بمعنی مقربانِ بارگاہِ الٰہی سمجھیں۔ اور جناب یسوع کو بمعنی خدائے مجسم۔ جب کہ ہمیں کوئی بات مجبور بھی نہ کرتی ہو۔ کہ دوسروں کے لئے مجازی اور جناب مسیح کو باوجود اصطلاح ہذا سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے ان کے لئے حقیقی معنی اختیار کریں۔ جو کہ سراسر بعید از عدل وانصاف ہے۔ انصاف۔ انصاف۔ انصاف۔

ابن اللہ کی تعریف

علاوہ بریں پادری صاحب تو خود اقبالی ڈگری حاصل کر چکے۔ اور حقیقتِ صادقہ پر ایمان لاتے ہوئے انہوں نے صاف کہدیا۔ کہ "ابن اللہ کوئی ایسی انوکھی اصطلاح نہیں۔ جو کہ صرف جناب یسوع کے وجود باجود سے مختص ہو" بلکہ بعض دفعہ نوشتوں میں الفاظ خدا کا بیٹا۔ استعارہ یا تبنیہ کے طور پر استعمال ہوا جس کے معنی دوست یا خدا کا خادم (راست باز کے ہیں)" رسالہ الوہیت مسیح صفحہ (چنانچہ اناجیل سے بھی یہی ثابت ہے۔ کہ اطفال اللہ بمعنی "عباد مکرمون" ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے "کہ اس لئے جتنے خدا کی روح کی ہدایت پر چلتے ہیں۔ وہی خدا کے بیٹے ہیں" (رومیوں ۸/۱۴) پس اس لحاظ سے مسیح بھی عبد مکرم ہونے کی وجہ سے ابن اللہ ٹھیرے نہ کچھ اور

"ایک غلط فہمی کا ازالہ"

ہاں اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا کہ جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے آپ کو از راہ مجاز واستعارہ الٰہ اور حق تعالیٰ کا فرزند کہا یا حقیقی معنوں کی رو سے؟ اس سوال کے جواب میں پادری صاحب تو یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ یہودیوں نے یسوع سے یہ سن کر کہ وہ حق تعالیٰ کا فرزند ہے کفر کا فتویٰ لگایا (مرقس ۱۴/۶۱-۶۴) کہ ایک موقعہ پر اسی وجہ سے سنگسار کرنے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ یوحنا ۱۰/۳۱۔ اس لئے یہودیوں کے نزدیک بھی آپ حقیقی خدائی اور ابنیت کے مدعی تھے۔ کیونکہ اگر آپ از راہِ مجاز آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہلواتے۔ تو یہودیوں کی پنچایت اسے کفر نہ سمجھتی اور اس سے یہ نتیجہ نہ نکالتی۔ کہ ان الفاظ سے خدا کی بے عزتی ہوتی ہے۔" (رسالہ الوہیت مسیح صفحہ ۱۰)

الجواب۔ آپ کی اس دلیل سے مجھے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ اور ساتھ ہی تعجب بھی ہوتا ہے۔ کہ بی۔ اے پادری صاحب کیا پادر ہوا باتیں کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا خوب کہ یہودیوں کے فتویٰ کفر کو جناب یسوع کی الوہیت کی زبردست دلیل گردانا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ معاندین انبیاء ہمیشہ ان پر غلط الزامات تراشتے ہیں۔ جس کی کہ تردید ان کی طرف سے بوجہ احسن ظہور میں لائی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر اس کی مثال مطلوب ہو۔ تو سنیئے کہ یہودی مسیح علیہ السلام پر الزام لگاتے تھے۔ کہ تو سامری اور تیرے ساتھ ایک دیو ہے۔ (متی ۲۷/۱۳) اور پھر ایک اور جگہ مسیح علیہ السلام کے اس قول سے کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو۔ (مرقس ۱۲/۱۷) یہودیوں نے غلط مفہوم سمجھکر حضرت مسیح پر بغاوت کا الزام تراشا۔ یعنی یہ کہ یسوع قیصر کو جزیہ دینے سے منع کرتا ہے۔ (لوقا ۲۲/۲۰) کیوں پادری صاحب اگر آپ جیسے عقل وخرد کے دشمن بدقسمتی سے مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی موجود ہوتے۔ تو فوراً کہہ دیتے۔ کہ یہودی ان الزامات میں حق بجانب اور انکم ٹیکس دینا سخت گناہ ہے۔ اگر کوئی اس کا ثبوت دریافت کرتا تو جھٹ دماغی اختراع کی تائید میں اٹکلیں دوڑاتے ہوئے چونک پڑتے۔ کہ چونکہ مسیح علیہ السلام کے کلام سے یہودیوں نے بھی یہی مفہوم لیا تھا۔ کہ یہ شخص جزیہ سے منع کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے بھی جزیہ دینے سے منع کیا ہو۔ کیوں کہ اگر خداوند یسوع کا یہ مفہوم نہ تھا۔ تو یہودی ان پر بھلا کیونکر الزام لگا سکتے تھے۔ ان کے کوئی دماغ تو پھرے ہی نہیں ہوئے تھے۔ کہ بغیر سوچے سمجھے جھٹ یونہی کہدیتے۔ کہ یہ شخص جزیہ دینے سے منع کرتا ہے۔ لیکن نہیں نہیں پادری صاحب یہ ان کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان تھا اور وہ لوگوں کو بھڑکانے کے لئے مسیح علیہ السلام کے کلام سے غلط مفہوم تراشتے تھے۔ تبھی تو یہودیوں کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "یہودی مسیح کی باتوں میں پھندا ڈالتے ہیں"۔ (مرقس ۱۲/۱۳) متی ۲۲/۱۵۔ لوقا ۲۰/۲۰) اور پھر مسیح علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ "یہ یہودی دیکھتے ہیں۔ پر نہیں دیکھتے۔ سنتے ہیں پر نہیں سنتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور سمجھتے۔ ان کے حق میں یسعیاہ نبی کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ کہ تم کانوں سے سنو گے۔ اور ہرگز نہ سمجھو گے۔ آنکھوں سے دیکھو گے۔ پر ہرگز معلوم نہ کرو گے کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی"..... الخ (متی ۱۳/۱۴-۱۵) پس پادری صاحب یہودیوں کی اس حالت کے ہوتے ہوئے کوئی مجال نہ تھا۔ کہ وہ انڈے کا کبوتر بناتے اور پھر اسے اُڑاتے اور اس طرح مسیح علیہ السلام کی باتوں میں پھندا ڈالکر انہیں مدعی الوہیت قرار دیتے۔

ہاں پادری صاحب بے شک آپ جیسے کور باطن ان باتوں کو تسلیم نہ کریں۔ لیکن آپکے بڑے بڑے پادری جو کلیسیا کی روشنی ہیں۔ وہ ہمارے اس مفہوم کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے اسکی زبردست تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور تثلیثی عالم ٹیڈیر اس کلام کی تشریح میں (جس میں کہ یہودیوں نے مسیحؑ پر اپنے آپکو خدا کہنے کے غلط الزام میں سنگساری کی نیت سے پتھر اٹھائے) فرماتے ہیں۔

"فقط مسیح کے اس کلام میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو یہودی گمان کے مطابق ان کے (مسیح کے) حق میں نہیں کہی جا سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے اس موقع پر کفر کا الزام لگانے کے لئے اور لوگوں کو مغالطہ دینے کی خاطر غلط تاویل کی۔ اور صلیب دینے اور سنگسار کرنے کی تیاریاں کیں"۔ (ماخوذ) گویا کہ ٹیڈیر صاحب کے اس کلام سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کے کلام کو برحق تصور کرتے ہوئے ان پر کفر بکنے کا الزام نہیں لگایا تھا۔ بلکہ ان کا حضرت مسیح علیہ السلام کو اس فتویٰ کفر کا تختہ مشق بنانا اور نتیجۃً وہ تعصب اور عناد تھا۔ جو کہ ان کو حضرت مسیح علیہ السلام سے تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے آپ کو کفر کا الزام دیکر اور آپکے کلام کی باطل تاویل کر کے سنگسار کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ انجیل لوقا ۲۰/۱۹ بھی ٹیڈیر صاحب کے مذکورہ کلام سے بالکل متفق ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ "یہودی اس تاک میں تھے۔ اور انہوں نے کئی جاسوسوں کو بھیجا کہ راستبازوں کا بھیس اختیار کر کے اس کی کوئی بات پکڑ پاویں۔ تاکہ اس کو حاکم کے قبضہ میں کر دیا جائے۔ اور وہ اسے قتل کر دے۔ پس جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ یہودیوں کے مسیح علیہ السلام کو قتل کے ارادے میں ایک رتی بھر صداقت نہ تھی۔ بلکہ اس وقت صرف ان کا تعصب و عناد ہی تھا جو کہ یہ سب کام کرا رہا تھا۔ (دیکھو مرقس ۱۵/۱۰-۱۱) نہ کہ وہ جناب یسوع کو حقیقتاً مدعی الوہیت سمجھکر ایسا کرتے تھے۔ پس پادری صاحب اگر اب بھی آپ باوجود ان تصریحات کے یہی کہے جائیں کہ ہماری تسلی نہیں ہوئی۔ بلکہ ہماری یہ دلیل برحق اور وزنی تھی تو میں آپ کو مجبور سمجھتا ہوں۔ اور سوائے اس کے اور کیا کہوں کہ ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی ∴ پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی!

بالآخر میں پادری صاحب سے اپیل کرونگا کہ آپ عقل و خرد سے کام لیجئے گا۔ اور خدارا انجیل کا وہ مقام جس کا کہ اگلا حصہ آپ ازراہِ خیانت ہضم کر گئے۔ (دیکھئے ص۵) ایک دفعہ سارا پڑھیں۔ وہاں تو مسیح علیہ السلام اپنی حقیقی ابنیت والوہیت کو طشت از بام کرتے ہوئے بالفاظ واضحہ مجازی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ زبور ۸۲/۶ کا حوالہ پیش کر کے یہودیوں کو ملزم ٹھیراتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ کیا تمہاری شریعت میں نہیں لکھا۔ کہ میں نے کہا کہ تم سب الٰہ ہو (زبور ۸۲/۶) جب اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ پس اس لئے میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں" یوحنا باب ۱۰/۳۵ گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جناب یسوع بحوالہ تورات یہودیوں کو جواب دیتے ہیں۔ کہ تم مجھے کس وجہ سے سنگسار کرتے ہو۔ جیسا کہ تورات میں ان سبھوں کو جن پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ (یعنی نبی) خدا کہا گیا۔ اندریں صورت تم میری ابن اللہ یا (الٰہ) کہنے پر کیوں سیخ پا ہوتے ہو میں بھی تو اسی طرح انہی معنوں میں ابن اللہ ہوں۔ جس طرح کہ تمام نبی یعنی مجازی معنوں میں نہ کچھ اور..... پس پادری صاحب "اب بھی اگر نہ سمجھے تو سمجھائے گا خدا!" (باقی آئندہ)

پیغامی مشن

امیر پیغام کا

قبل از مرگ واویلا!

اسوقت میرے سامنے پیغام مورخہ ۱۱ ستمبر ۳۶ء کا پرچہ رکھا ہوا ہے جس میں قبلہ امیر القوم مولوی محمد علی صاحب کا وہ خطبہ جو انہوں نے ۲۸ اگست کو ڈلہوزی سے نزول فرما کر لاہور میں منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا شائع ہوا ہے۔ اسے پڑھ کر مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ اتنی بڑی شان کے انسان پر اونچی جگہ سے نیچے آنے کا روحانی اثر اس قدر ہوا۔ کہ مشہور ضرب المثل کہ ؎ تعجیل کارِ شیاطین بود کو بھی فراموش کر بیٹھے۔ اور موضوع خطبہ سے بالکل الگ تھلگ ہو کر اپنی باطنی کیفیات کو جو ایک طرح ان کے جسم و روح کے جزو ثانی ہو چکی ہوئی ہیں۔ بے ساختہ اور بے اختیار اظہار کرنے لگ پڑے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

"قادیانی افراد کے افسوسناک نمونے قادیان میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر کس قدر زور دیا جاتا ہے بچوں تک کو نبی اللہ نبی اللہ رٹایا جاتا ہے۔ تاکہ شروع ہی سے یہ غلط عقیدہ ان کے ذہن نشین ہو جائے۔ لیکن واقعات اس غلو کی کافی تردید کرتے رہتے ہیں حال ہی میں حضرت صاحب کی قبر کا کتبہ تبدیل کرنے کے متعلق جو انکشاف ہوا ہے۔ وہ قابل غور ہے پہلے اس کتبہ پر حضرت صاحب کے نام کے ساتھ مجدد صدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چہار دہم لکھا ہوا تھا کسی نے چند قادیانیوں سے پوچھا یہ کیا تم تو کہتے ہو۔ کہ حضرت صاحب نبی تھے۔ یہاں مجدد صدی چہار دہم لکھا ہوا ہے۔ اس وقت پوچھنے والے کو یہ جواب دیکر ٹال دیا گیا۔ کہ یہ ساری محمد علی کی کارستانی ہے۔ اس نے یہ کتبہ لگوایا تھا۔

ذرا غور کیجئے۔ جس وقت یہ کتبہ لگایا گیا ہے تمام قادیانی لوگ موجود تھے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب زندہ موجود تھے۔ جو قادیانی حضرات کے قول کیمطابق حضرت صاحب کی نبوت کے قائل تھے۔ اس وقت یہ "کارستانی" کسی کو نظر نہ آئی۔ قادیانیوں کی آنکھیں بند رہیں۔ خیر اس وقت تو پوچھنے والے کو یہ عذر لنگ کرکے ٹالدیا گیا۔ بعد میں چپکے سے کتبہ تبدیل کرکے "نبی اللہ" کا کتبہ لگادیا۔

اس وقت تک (یعنی ۲۸ اگست تک) ان واقعات کی جو اخبار پیغام صلح میں شائع ہوئے ہیں۔ "قادیان سے کوئی تردید نہیں چھپی۔ اس لئے ان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔ شاید وہ سمجھتے ہونگے۔ انہوں نے اس طرح ایک بھاری اعتراض سے چھٹکارا حاصل کرلیا۔ نہیں بلکہ اس حرکت سے انہوں نے اپنی بے ایمانی پر مہر ثبت کردی۔ وہ اس کی تشریح کرکے اپنے خیالات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کا انہیں حق تھا لیکن کتبہ تبدیل کرنے کا انہیں کوئی حق نہ تھا۔ خیر اس سے یہ تو معلوم ہوگیا۔ کہ حضرت صاحب کی وفات کیوقت حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ میں جماعت کے کیا خیالات و عقائد تھے۔ قادیانیوں کی اس حرکت سے ان کے اس الزام کی بھی بخوبی تردید ہوتی ہے۔ کہ میں نے اور ہماری جماعت کے دوسرے لوگوں نے اپنے عقائد تبدیل کرلئے ہیں۔ ہم پہلے بھی مجدد سمجھتے اور کہتے تھے۔ اب بھی مجدد سمجھتے اور کہتے ہیں۔"

(پیغام)

"مولانا امیر القوم صاحب" نے جس جرأت اور جسارت سے یہ ارشادات گرامی ادا فرمائے ہیں وہ انہی کا حصہ ہیں۔ ورنہ دوسرے ایرے وغیرے کو کیا مجال کہ اس طرح بے باکانہ جو کچھ بھی اول جلول زبان پر آئے کہتا چلا جائے۔ اس تمام عبارت میں سے میں اس شش و پنج میں ہوں۔ کہ کس فقرہ یا لفظ کو غلط قرار دوں۔ اور کس کو صحیح۔ کیونکہ سچ اس طومار میں کچھ ایسا دب گیا ہے۔ کہ ضمیر اس عبارت کے کسی حصہ کو بھی سچ کہنے کی اجازت نہیں دے رہی۔

فرماتے ہیں۔ "کہ قادیان سے کوئی تردید نہیں چھپی۔ اس لئے ان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں کیا ہی اچھوتا استدلال ہے۔

---

۱۹ اگست کے پرچہ میں بدلگام اختر کا مضمون شائع ہوتا ہے۔ جس کے جواب میں ۲۸ اگست کے فاروق میں میری طرف سے پیغام کا من و عن مضمون مع اطلاعی نوٹس کے کہ اس بیہودہ گوئی کے لئے امیر قوم صاحب اور اس کا تنخواہ دار پٹھو معذرت کرے۔ ورنہ اصل جواب کے ساتھ ہی ان اینٹوں کا جواب پتھروں سے دیا جاوے گا۔ وہ اخبار یکم ستمبر سے پہلے پہلے اکابرین پیغام خصوصاً امیر پیغام اور ایڈیٹر پیغام کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مگر اس کے جواب میں کچھ ایسی اوس سی پڑ جاتی ہے۔ کہ آج پندرہ سولہ روز گذر چکے ہیں ؎ چنیں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔

خود بدوست کی ہر بیمتانہ یا بزدلانہ خاموشی کا تو یہ عالم ہے۔ لیکن ہمارے فوری نوٹس کے شائع کردینے کے باوجود جو ایک ہی ہفتہ کے اندر اندر شائع بھی کردیا گیا۔ قبلہ مولوی محمد علی صاحب ہلدی کی گرہ دیکھتے ہی پہاڑ سے اتر آتے ہیں۔ پھر بے اصولا ایڈیٹر پیغام باوجود یکم ستمبر سے بھی پہلے ہمارے نوٹس متعلقہ کو پڑھ چکنے کے ۱۱ ستمبر کے پیغام میں اپنے قبلہ صاحب کی ان عجلت آمیز پھلجھڑیوں کو بغیر کسی تردیدی نوٹ کے شائع کردیتا ہے۔ یا کم از کم امیر پیغام صاحب ہی اس اثنا میں اپنے اس شتاب کارانہ تبصرہ کو منسوخ کرنے کا حکم صادر فرما سکتے تھے۔

اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ ؎

دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

اب جبکہ مولانا موصوف سیر کن سے بھی بڑھ کر جواب باصواب مطالعہ فرما چکے ہونگے تو آنکھیں کھل گئی ہونگی

خدا کی عجیب شان ہے کہ آگ لینے گئے نبوت مل گئی۔ میں تو اس لوڈھ میں دفتر بہشتی مقبرہ میں گیا۔ کہ شاید پہلے کتبہ کی کہیں رجسٹرات میں نقل مل جائے۔ مگر وہ تو کیا ملنی تھی۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ نے حضرت مولانا مولوی محمد احسن صاحب مرحوم و مغفور کی وہ فیصلہ کن اور منکران نبوت کو ہمیشہ کی نیند سلانے والی زبردست تحریر مل گئی۔ جو قبل ازیں ہدیہ احباب کرچکا ہوں۔ یہ تحریر عین اس دن کی لکھی ہوئی ہے۔ جس دن بقول قبلہ محمد علی صاحب موصوف جماعت کے وہ خیالات و عقائد تھے۔ جو قبلہ محمد علی صاحب اور ان کی جماعت کے دوسرے لوگوں کے تھے۔"

مولوی محمد احسن صاحب جو اس وقت بلحاظ تبحر علمی اور بلحاظ عظمت و بزرگی کے جماعت میں اتنے بڑے درجہ پر سمجھے جاتے تھے۔ جس تک قبلہ محمد علی صاحب موصوف اب تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ وہ اسی دن جس دن حضور علیہ السلام کا جسم اطہر بہشتی مقبرہ میں داخل ہوکر بہشتی مقبرہ کی عظمت اور حقیقت پر مہر تصدیق ثبت فرماتا ہے۔ عین ہجوم رنج والم میں جبکہ فطرتاً انسان کا دل خشیت الٰہی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور جبکہ اپنی موت اور آخرت کی حاضری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں مولوی سید محمد احسن صاحب جیسا فاضل اجل اپنے لرزتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مشیت الٰہی کے ماتحت ایک ایسے رجسٹر میں جس کا بصورت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریکارڈ صدیوں تک موجود رہنا ضروری ہے لکھتا ہے۔ کہ "حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود جو مصداق یحدثھم بدرجاتھم فی الجنۃ کے تھے۔ اور یہ مقبرہ بہشتی حضرت اقدس کو بموجب حدیث لم یقبض نبی قط حتی یری اللہ مقعدہ فی الجنۃ۔ یعنی کبھی کوئی نبی قبض روح نہیں کیا گیا کہ اس کی زندگی میں مقبرہ بہشتی اپنا وہ دیکھ لیتا ہے۔"

مولانا مرحوم اپنے استدلال اور عقائد کی بنیاد ارشاد نبوی صلعم پر رکھ کر حضور علیہ السلام کو صرف اور صرف سابق انبیاء کے زمرے میں شامل ظاہر فرماتے ہیں۔ وہ رجسٹر بعد میں ساڑھے پانچ سال تک قبلہ مولوی محمد علی صاحب کے قبضہ میں بہ حیثیت افسر اعلےٰ رہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس رجسٹر کی اسی طرح نگرانی کی۔ جیسے حضرت موسیٰ کی نگرانی بادشاہ وقت کے گھر میں کی تھی۔ وہ رجسٹر اسوقت بھی موجود ہے اور اس میں ۱۹۰۸ء کے ہی اندراج ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰت والسلام کے نام کے خانہ میں صرف اسیقدر لکھا ہوا ہے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام و مہدی معہود"

اس میں "مجدد" کا کہیں اشارہ بھی نہیں۔ ہاں بجائے مجددیت کے اظہار کے ایک معتبر و بزرگ ترین ہستی یعنی حضرت مولانا محمد احسن صاحب کے ہاتھوں حدیث نبوی سے استدلال کر کے حضرت صاحب کو بلا کسی تشریح کے سابقہ انبیا علیہم السلام جیسا نبی ظاہر کیا گیا ہے پھر اس کی مزید تصدیق تفصیلی رنگ میں خود امیر قوم مولانا محمد علی صاحب اپنے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں مولانا مرحوم کا ایک طویل اور مبسوط مضمون حضرت اقدس کی وفات پر اسی ماہ ہی میں

"حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء"

کی سُرخی کے ماتحت شائع فرماتے ہیں۔ اول تو حضرت امروہوی مرحوم کی یہ سرخی ہی اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ مولانا مرحوم حضرت اقدس کو نبی اور نبی بھی پہلے نبیوں جیسا نبی سمجھتے تھے۔ مزید برآں اس مضمون کے اندر بیسیوں جگہ لفظ نبی اور رسول کا حضرت صاحب کے حق میں استعمال کر کے اپنے عقیدہ پر اور رجسٹر بہشتی مقبرہ کے رقم کردہ نوٹ پر مہر ثبت کرتے ہوئے اہل پیغام کے موجودہ عقیدہ کی تغلیط اور تبدیلی عقیدہ کی تصدیق کر رہے ہیں۔

میں حیران ہوں۔ کہ مولانا امیر القوم صاحب کس برتے پر فرماتے ہیں۔ کہ میں اور ہماری جماعت نے عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔ اگر مولانا محمد احسن صاحب کا مضمون "حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء"

بجائے ریویو کے کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں شائع ہوتا نہ تو حسن ظنی کی بناء پر یہ سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ شاید وہ مضمون قبلہ مولانا موصوف کی نظر سے نہ گذرا ہو۔ مگر ایڈیٹری کی اہم ذمہ واری اس مومنانہ حسن ظنی سے بھی استفادہ کرنے میں بڑی بھاری روک ہے۔

پس اندریں حالات انصاف و دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد مولانا محمد علی صاحب اور ان کی نامزدہ جماعت کے وہی عقائد تھے۔ جو حضرت مولانا محمد احسن صاحب امروہوی نے اپنے اس نوٹ میں اور اپنے مضمون ریویو والے میں دربارۂ نبوت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرمائے۔ ورنہ برعکس اس کے پھر لامحالہ یہ نتیجہ نکلیگا۔ کہ خدانخواستہ خدانخواستہ مولانا محمد علی صاحب اور ان کی جماعت دل میں اور عقائد رکھتی تھی۔ اور جماعت کے اجماع خصوصاً مسلمہ بزرگ ہستیوں کے خوف سے ظاہر میں تسلیم نبوت کے عقائد اور خیالات ظاہر کرتی تھی۔

البتہ مولانا محمد علی صاحب کا یہ فرمانا کہ ہم "پہلے بھی مجدد سمجھتے اور کہتے رہے اب بھی مجدد سمجھتے اور کہتے ہیں۔" اس کے ایک حصہ سے مجھے بھی اتفاق ہے کہ وہ مجدد سمجھتے ضرور ہونگے۔ مگر "کہتے رہے" کی خوب کہی۔ کیا مہربانی کر کے اپنی کسی سابقہ تحریر میں جو ایڈیٹری ریویو کے زمانہ کی ہو۔ "مجدد کہتے رہے" کا ثبوت دینے کو طیار ہیں۔ اگر ارشاد ہو۔ تو وہیں حاضر خدمت ہو جاؤں۔

تبدیلی کتبہ کے متعلق تو میں سابقہ مضمون میں ایک ذی ہوش اور عقلمند انسان کے لئے کافی سے زیادہ وضاحت کر چکا ہوں۔ آپ خود ہی خیال فرما دیں۔ کہ ہمیں "مجدد" کا لفظ عمداً مٹانے کی تب ضرورت پڑتی کہ ہم حضور علیہ السلام کی مجددیت کے منکر ہوتے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل میں اکثر اول نمبر کی دلیل ہماری طرف سے یہی حدیث مجدد والی پیش ہوتی ہے۔ ہماری کوئی کتاب اور کوئی رسالہ اور کوئی ٹریکٹ اٹھا کر دیکھیں۔ تو ہمارے دلائل کے سرے کا کونہ یہی حدیث مجدد والی پائیں گے۔ پس اگر ہم نے کتبہ سے مجدد چہاردہم والے الفاظ بقول آپ کے اس لئے اڑا دیئے تھے۔ کہ نبوت میں سے روک ہٹ جائے۔ تو پھر ہمارے تعامل میں یہ امر بھی شامل ہوتا۔ کہ آئندہ کبھی اس حدیث مجدد والی کو بھولے سے بھی پیش نہ کرتے تاکہ خدانخواستہ اس سے کہیں نفی نبوت کی دلیل نہ نکل آوے۔

جیسا کہ جناب کے اور جناب کی "جماعت کے دوسرے لوگوں" کے عملدرآمد سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دور اول میں جس کی میعاد مارچ ۱۹۱۴ء تک تھی۔ جناب کی طرف سے اور جناب کی "جماعت کے دوسرے لوگوں" کی طرف سے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے اثبات میں ہمیشہ ہمیش سنت انبیاء سابقین اور معجزات و نشانات مرسلین پیش کئے جاتے تھے۔ اور اگر کوئی مخالف غیر انبیاء مثلاً خلفاء کرام یا سبطین یا اولیاء کرام کی مثالیں دیکر دلائل پیش کرتا۔ تو غالباً جناب والا ہی ریویو ۱۹۱۳ء کے زمانہ ایڈیٹری میں مومنانہ غیرت میں برافروختہ ہو کر خواجہ غلام الثقلین جیسوں کو جوں کی توں لیتے تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر موجودہ دور انقلابی میں جناب اور جناب کی "جماعت کے دوسرے لوگوں" کی تحاریر و تقاریر اور خطبات وغیرہ دور اول کے ثبوتانہ دلائل سے بالکل عاری اور خالی ہیں ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

تو اب فرمائیے۔ ہمیں کتبہ میں تبدیلی کی کیا ضرورت تھی

جناب والا! کس تحکم آمیز انداز سے فرماتے ہیں کہ

"کتبہ تبدیل کرنے کا انہیں کوئی حق نہ تھا"

کہتے ہیں۔ کہ شاہجہان بادشاہ کو جب قید کیا گیا۔ تو حکومت کے چسکے کی بناء پر انہوں نے درخواست کی کہ مجھے چند لڑکے پڑھانے کے لئے دیئے جاویں۔ تاکہ حکومت کا نشہ ان پر ہی اتارتا رہوں۔ اسی طرح غالباً اپنے پرانے زمانہ سکرٹری شپ کی یاد میں جناب کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔ خیر آپ کی خوشی۔ جناب کتبہ کے ایک لفظ کے اڑ جانے پر اس قدر سیخ پا ہو رہے ہیں۔ مگر سرے سے بہشتی مقبرہ کی جگہ دوسرا فراری مقبرہ (جو عام طور پر الّو ؤں کا مقبرہ کہلایا) قائم کرتے ہوئے آپ کے غیرت مند دل کو ذرا بھی جنبش نہیں آئی۔ جو حضرت اقدسؑ کے اپنے ہاتھوں سے بنا کردہ تھا الہام خداوندی کے ماتحت وہ زمین اور اس زمین میں حضور علیہ السلام کی قبر دکھائی گئی۔ پس خدا کے مصدقہ اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کے مقدس ہاتھوں سے بناء کردہ بہشتی مقبرہ کو یک قلم اپنے اور اپنی "جماعت کے دوسرے لوگوں" پر حرام مطلق ٹھیرا لیا۔ محض اس لئے نا کہ حضرت اقدسؑ کی نبوت پر ایک الہامی زبردست دلیل قائم نہ رہے۔ کیونکہ بقول حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی بہشتی مقبرہ حضرت اقدسؑ کی نبوت پر زبردست دلیل ہے۔ پس بالالفاظ قبلہ محمد علی صاحب میں کہتا ہوں کہ "جناب محمد علی صاحب اور ان کی "جماعت کے دوسرے لوگ" بہشتی مقبرہ کی زبردست دلیل سے اس کی تشریح کر کے اپنے خیالات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کا انہیں حق تھا لیکن اصلی بہشتی مقبرہ کے مقابلہ میں نقلی بہشتی مقبرہ بنانے کا انہیں کوئی حق نہ تھا" ؎

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو !

قبلہ امیر نے اپنے اس خطبہ عالیہ میں ایک عجیب و غریب انکشاف بیان فرمایا ہے۔

یہ خیر اس وقت تو پوچھنے والے کو یہ عذر لنگ کر کے ٹالدیا گیا۔ (کہ یہ ساری محمد علی کی کارستانی ہے۔ اس لئے یہ کتبہ لگوایا تھا۔ منہ) **بعد میں چپکے سے کتبہ تبدیل کر کے "نبی اللہ" کا کتبہ لگا دیا"**

مولانا المکرم خدارا یہ گتھی سلجھائیں کہ آیا یہ نبی اللہ کا کتبہ والا جملہ حافظہ نباشد کے زیر اثر قلم برداشتہ لکھا گیا ہے۔ یا اس کی حقیقت در بطن شاعر ہے۔ کیونکہ اس انکشاف کی روح رواں "نبی اللہ کا کتبہ" والا پر کیف جملہ ہے۔

خدا کی قسم مجھے اس جملہ کا بیحد لطف آ رہا ہے آپ نے تو خدا جانے کس رنگ میں اپنی طرف سے بطور اختراع بندہ اس کو پیش کر کے اپنے خطبہ کو جلا دینی چاہی ہے۔ مگر آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلنے سے میں اس لفظ کو بہشتی مقبرہ میں ہی نہیں۔ بلکہ حقیقی جنت الفردوس میں دیکھ رہا ہوں ؎

والفضل ماشہدت بہ الاعداء

مولانا المکرم! میں یہ کہنے کی جرأت تو نہیں کر سکتا۔ کہ نعوذ باللہ آپ نے محض دروغ بافی سے کام لے کر یہ جملہ بیان فرمایا ہے۔ مگر اتنا ضرور کہونگا۔ کہ یہ جملہ خلاف واقعہ ضرور ہے۔ آپ بے شک اپنے کسی معتبر سے معتبر راوی سے دریافت فرمالیں یا اب ہی بھیجکر تحقیقات فرمالیں۔ کہ کتبہ پر "نبی اللہ" کا جملہ بالکل نہیں لکھا ہوا۔ ہاں اگر مسیح موعود علیہ السلام سے مراد آپ "نبی اللہ" لیتے ہیں۔ تو پھر واقعی اس طرح بالواسطہ اور معناً ضرور "نبی اللہ" لکھا ہوا ہے۔ اور آپ سچے اور میں بھی سچا۔ ورنہ لفظاً تو اس جملہ کا اس کتبہ میں نہ پہلے اور نہ اب کوئی نام و نشان ہے۔ اور اگر مسیح موعود کہنے سے نبی اللہ مراد ہو جاتی ہے اس لئے مسیح موعود کا جملہ لکھنا جرم ہے۔ تو پھر ؎

این خطائے ست کہ در شہر شما نیز کنند

اس کی اول المرتکبین ہستی جناب ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔ کیونکہ بقول جناب کے بادام غلام اختر پیغام وہ کتبہ جناب ہی کا طیار فرمودہ تھا۔ اور جناب ہی نے اس لفظ "مسیح موعود" کو اس کتبہ میں درج کرادیا تھا۔ تو پھر جواب طلبی کیسی۔ ہمیں افسوس ہے کہ اتنے بڑے مرتبہ کے مدعی ہو کر آپ نے بغیر تفتیش و تحقیق اور تبیین کے اپنے خطبہ کی بنیاد محض بے بنیاد گپ پر رکھ کر اولڈ فیشن ملانوں کی طرح فتویٰ بازی شروع کر دی۔ کم از کم قاضی محمد یوسف صاحب سے ہی دریافت فرمالیا ہوتا۔ کہ یہ روایت صحیح ہے یا غلط۔

پس جناب والا! اگر یہ حرکت بے ایمانی ہے۔ یا با ایمانی۔ تو ؎ این ہمہ آوردۂ تست۔ رجسٹر بہشتی مقبرہ میں جو جناب کے زمانۂ حکومت سے محفوظ چلا آتا ہے اس میں بھی لفظ مجدد نہیں۔ اور حضرت مولوی محمد احسن صاحب افسر بہشتی مقبرہ نے بھی مسیح موعود و مہدی معہود ہی لکھا ہوا ہے۔ مجدد نہیں لکھا۔ پس اگر خدا آپ کو اور آپ کی "جماعت کے دوسرے لوگوں" کو ظن المؤمنین بانفسہم خیرًا پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا یا مومنانہ فہم و خرد۔ تو آپ یہ سمجھ لیتے۔ کہ کتبہ کی عبارت چونکہ کچی سیاہی سے لکھی ہوئی تھی جو باد و باراں کے مسلسل اثرات سے ناپید ہو گئی ہو گی۔ تو دوبارہ دفتری رجسٹرات کے ریکارڈ کے ماتحت کتبہ لکھا گیا ہو گا۔ ہاں اگر آپ کے سابقہ قائم کردہ ریکارڈ کے خلاف اس کتبہ میں کوئی تبدیلی ہوتی۔ تب بھی ایک حد تک آپ اعتراض کرنے کی جرأت کر سکتے تھے۔ لیکن نہ ہی آپ نے اس کتبہ کا کسی رجسٹر میں کوئی ریکارڈ رکھا۔ اور نہ ہی اپنے زمانہ میں کوئی ریزولیوشن اس امر کا پاس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرایا۔ کہ حضرت اقدسؑ کے مجوزہ کتبہ کو آئندہ ہرگز تبدیل نہ کیا جاوے۔ یا کم از کم حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کا حکم ہی اس مضمون کا لکھوا لیا جاتا۔ کہ اس کتبہ کو تبدیل نہ کیا جاوے۔ تو پھر آپ کا کیا حق ہے۔ کہ آپ اب نہ لینے میں نہ دینے میں۔ آپ تو اس مقدس انسان کی ہر ایک نسبت اور تعلق سے مقاطعہ ایمانی کرتے جا رہے ہیں۔ اس کی ہر ایک نسبتی چیز کو بدنام کرنے کی فکر میں مستغرق ہیں۔ قادیان کی متبرک بستی کی نسبت جو محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے تمام ان لوگوں کو جو حضرت اقدسؑ کے مرید ہیں۔ مخالفین کی طرف سے دی جاتی ہے۔ مگر آپ نے تو قادیانیت جس سے مراد احمدیت یا حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی ہے۔ سے آزاد ہونے کے لئے لفظ قادیانیت کو ہمارے ہی لئے مخصوص و محدود کر لیا ہے۔ کیونکہ بظاہر حالات اگر آپ کو عداوت یا مخالفت تھی تو محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے تھی۔ زیادہ سے زیادہ آپ ہم کو محمودیت کی نسبت دیتے۔ قادیانیت کا تعلق تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا مگر حق کی مخالفت اور معاندت انسان کو ایسا اندھا کر دیتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتا کہ ؎

بک رہا ہوں جنوں میں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بہر حال اگر آپ نے "نبی اللہ" کے کتبہ کے الفاظ کا کوئی ثبوت نہ دیا۔ تو پھر میں آپ ہی کے لفظوں میں یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہوں گا۔ کہ

"اس حرکت سے آپ نے (گستاخی معاف) اپنی بے ایمانی پر مہر ثبت کر دی۔"

قبلہ امیر ایدہ اللہ صاحب شان مغلوب الغضبی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

"قادیان میں بچوں تک کو نبی اللہ نبی اللہ رٹایا جاتا ہے۔ تاکہ شروع ہی سے یہ غلط عقیدہ ان کے ذہن نشین ہو جائے۔"

مولانا! آپ کو غالباً ذہول ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس رٹاوٹ کی بانی اور البادی تو آنجناب ہی کی ذات والا صفات ہے۔ ہم بچے تھے آپ ماشاء اللہ بڑے تھے۔ اہل قلم تھے۔ بلاد غرب عرب میں تبلیغ کے واحد اجارہ دار بنے ہوئے تھے۔ جس دن سے آں جانب نے ریویو کی ادارت کا قلمدان سنبھالا۔ اسی دن سے تادم واپسیں (از قادیان) آپ نبی۔ رسول۔ نبی آخر زمان اور پیغمبر آخر زمان احمد پر افٹ۔ احمد رسول۔ نبی اللہ کے الفاظ طیبہ کی رٹ فرماتے رہے۔ نہ صرف آپ ہی رٹ لگائی بلکہ اپنے تمام کے تمام حالی موالی حواریوں اور ہم نوالوں اور ہم پیالوں کو بار بار یہی درس نبوت دیا۔ اگر آپ کو اس میں شبہ ہو۔ تو بے شک آپ ریویو آف ریلیجنز اور پیغام صلح کے مارچ ۱۴ سنہ تک کے کل پرچے اور حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی صحیفۂ آصفیہ وغیرہ اور حضرت مرزا یعقوب بیگ وغیرہم بزرگان پیغام کے مختلف لیکچر اور رسائل اٹھا کر ملاحظہ فرما دیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ؎

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

پس ہم نے اور ہمارے بچوں نے تو آپ ہی کے سابقہ نقش قدم پر قائم رہ کر آپ ہی کے دیئے ہوئے درس نبوت کو نہ صرف یاد ہی رکھا بلکہ بطور امانت کے اگلوں کے سپرد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر آپ اپنی بتلائیے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دیئے ہوئے سبق کو بھول کر یا چھوڑ کر آپ تو ؎

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یعنے کہ نہ گھر کے اور نہ گھاٹ کے۔ اس **بین ذالک** حالت میں مبتلاء رہ کر گستاخی معاف آپ کی اس کبڑی جیسی حالت ہے۔ جس سے کسی نے دریافت کیا تھا۔ کہ کیا تو چاہتی ہے کہ تیرا کبڑا پن دور ہو۔ یا سارا جہان کبڑا ہو جائے۔ اس کبڑی بزرگ نے دیکھا۔ کہ میرا کبڑا پن تو بوجہ تقاضائے عمر دور ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے جواب دیا۔ کہ سارا جہان ہی کبڑا ہو جائے۔"

سو مولانا! آپ ہمارے فکروں سے اپنی ننھی سی جان کو غم میں مت گھلائیے۔ آپ کو "نبی اللہ" کے کتبہ کے معتبر راوی کی طرح یہ روایت کسی نے غلط طور پر پہنچائی ہے۔ کہ "بچوں تک کو نبی اللہ نبی اللہ رٹایا جاتا ہے۔"

آپ کے سابقہ عہد سعادت مہد کے طرز عمل سے زائد کوئی بات قادیان میں نئی پیدا نہیں کی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہی حقیقۃ الوحی چشمہ معرفت اربعین۔ غلطی کا ازالہ وغیرہ کتب بڑوں اور چھوٹوں کو پڑھائی جاتی ہیں۔ اور تائیدی تفصیلات کے سمجھانے کے لئے اکثر اوقات آپ کے زمانہ کے ریویو کی جلدیں بوقت ضرورت رٹائی جاتی ہیں۔ بلکہ میں اگر غلطی یا مکاسرہ نہیں کرتا۔ تو آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کے قادیانی زمانہ کے معزز خطیب یعنی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کے نبوت و رسالت سے مملو خطبات کیطرح آجکل کے خطبات میں عشر عشیر ذکر بھی نبوت و رسالت کا نہیں ہوتا۔ خدا جانے کس بے وقوف نے آپ جیسے گوشہ نشین بزرگ کو بہکا دیا۔ کہ گویا نعوذ باللہ نبی اللہ نبی اللہ رٹایا جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ کے پہلے زمانہ کی طرح کل کے کل خورد و کلاں وابستگان سلسلہ احمدیہ حضور علیہ السلام کو نبی و رسول یقین کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ مالا یا تسبیح ہاتھ میں لیکر ہر وقت نبی اللہ نبی اللہ رٹتے پھریں۔

قبلہ محمد علی صاحب رقم فرماتے ہیں کہ یہ رٹنا اس لئے ہے تاکہ شروع ہی سے یہ غلط عقیدہ انکے ذہن نشین ہو جائے۔"

جناب والا۔ اس غلط عقیدہ کی "شروع ہی سے" تو ریویو ۱۹۰۲ء سے شروع ہوئی۔ اگر یہ غلط ہے یا صحیح سب کچھ آپکی گورگردن پر ہے۔ اور بلا بگروں ملا۔ ہم تو عنداللہ اور عندالناس بری ہیں۔ (باقی آئندہ)

(خاکسار:۔ فخرالدین ملتانی)

(الفضل میں شائع کرنے کی اجازت دیتے ہوئے فاضل مولوی صاحب نے فاروق منزل قادیان سے تحریر فرمایا۔ کہ "اگر تشحیذ کے ایڈیٹر صاحب چاہیں تو اس کو شائع کر دیں۔ ورنہ ردی کی نذر کر دیں۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب آگے ان کی مرضی۔")